سلسلہ مطبوعات فکر قاسم واشرف: ۱۰

”لاتَزَالُ طَائِفَۃٌمِنْ اُمَّتِیْ مَنْصُوْرِیْنَ عَلَی الْحَقِّ لَایَضُرُّھُمْ مَنْ خَذَلَھُمْ۔

میری امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت (خدمتِ دین کے لیے) موجود رہے گی جو (من جانب اللہ) منصور (وموید) ہوں گے اور حق پر قائم ہوں گے۔ اور جو شخص اُن کا ساتھ نہ دے گا وہ (یعنی اُن کا ساتھ نہ دینا) اُن [حق پر قائم رہنے والوں] کے لیے مضر نہ ہوگا۔“

خلاصہ

”دُعاۃ الامۃ و ھُداۃ الملۃ“

[داعیان امت وہادیانِ ملت کے خاص اوصاف اور ایک خالص مذہبی مرکزی دارالعلوم کا اِجمالی خاکہ، جس سے اُن اوصاف کے حامل علماء پیدا ہوتے رہیں]

تصنیف

علمِ کلام کے اصولوں کے مکتشفِ اعظم

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

تلخیص

مولانا حکیم فخر الاسلام مظاہری

ناشر

مجمع الفکر القاسمی الدولی دیوبند

تفصیلات

نام کتاب	:	خلاصہ ''دعاۃ الامۃ وہداۃ الملۃ''
مصنف	:	حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ
تلخیص	:	مولانا حکیم فخر الاسلام مظاہری
زیر انتظام	:	مولانا حذیفہ وستانوی
کمپوزنگ	:	مولانا عبداللہ اشاعتی قاسمی
وسیٹنگ		مولانا محمد اکمل یزدانی اشاعتی
صفحات	:	۲۰۔
تعداد	:	۱۱۰۰۰۔
سن طباعت	:	جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ = دسمبر ۲۰۲۲ء
ناشر	:	مجمع الفکر القاسمی الدولی دیوبند

ملنے کے پتے

دیوبند	:	مجمع الفکر القاسمی الدولی دیوبند، مکتبہ نعیمیہ
سہارن پور	:	امداد الغربا نزد مظاہر علوم وقف
مہاراشٹرا	:	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
گجرات	:	ادارۃ الصدیق ڈابھیل

انتساب

فکرِ اہلِ حق کے اصولوں سے مناسبت رکھنے والوں ،
علوم مقصودہ و غیر مقصودہ کی حیثیت و نوعیت،
اہمیت وضروت کا اِدراک کرنے والوں اور آزادی کے
قبل و بعد کے فرق کے مغالطہ سے بچنے والوں کے نام

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	دیباچہ	۶
۲	دارالعلوم دیوبند کے چند اوصاف	۸
۳	پہلا حصہ- خلاصہ دعاۃ الامہ	۹
۴	اوصافِ پنج گانہ کی حامل جماعت	۹
۵	احکامِ سبعہ	۹
۶	پہلا حکم- وہ علوم جن پر دین کی بقا موقوف ہے	۱۰
۷	دوسرا حکم- حصولِ علم کے دو درجے	۱۰
۸	تیسرا حکم- داعی اور ہادی جماعت کے قیام وبقا کے فریضہ کی تدبیر	۱۱
۹	مرکزی دارالعلوم- دائرۂ کار	۱۱
۱۰	تکمیلِ فنون	۱۲
۱۱	دو خاص اوصاف	۱۲
۱۲	۱- مدرسہ خالص مذہبی ہو	۱۲
۱۳	غلبہ دنیا کی صورت میں	۱۲
۱۴	آمیزشِ دنیا کی صورت میں	۱۳
۱۵	دین ودنیا آمیز اداروں کے مقاصد سے سرِ دست بحث نہیں	۱۴
۱۶	۲- محققین ومشائخِ کاملین	۱۴

۱۷	کلیدی اصول: علمائے اہلِ حق کے فیصلوں کی پابندی	۱۵
۱۸	چوتھا حکم-اعانتِ جماعت کا واجب ہونا	۱۵
۱۹	پانچواں حکم-اعانت نہ کرنے کا ناپسندیدہ ہونا	۱۵
۲۰	اِعانت کی شکلیں	۱۶
۲۱	چھٹا حکم-کسی کے ساتھ دینے، نہ دینے کا انتظار نہ کرنا چاہیے	۱۶
۲۲	ساتواں حکم-غنائے ظاہر یا غنائے باطن رکھنے والے افراد کا اِنتخاب	۱۶
۲۳	**دوسرا حصہ-حکیم الامت کا مجوزہ خاکہ اور عصریات**	۱۷
۲۴	مقدمات-متممات	۱۸
۲۵	شبہاتِ جدیدہ کے جواب کی تجویز	۱۹
۲۶	تجویز برائے ماہ نامہ	۱۹
۲۷	نظر اہل نظر کی	۲۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسولہ الکریم
وعلی آلہ وصحبہ اجمعین الی یوم الدین.

لاریب یہ بات راقم الحروف کے لیے باعثِ سعادت ہے کہ اُسے وقت کے مرشدِ کامل، فقیہ، مفسر، علمِ کلام جدید کے اصولوں کے مکتشفِ اعظم حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے رسالہ ''دعاۃ الامۃ وہداۃ الملۃ'' پر کاوش کی توفیق حاصل ہوئی۔

پیشِ نظر مضمون ''دعاۃُ الامۃ وہداۃُ الملۃ'' مؤتمر الانصار کے اِجلاسِ میرٹھ میں [آج سے تقریباً ایک سو دس سال پہلے] پیش کیا گیا ایک مقالہ ہے۔ یہ ''مؤتمر الانصار'' کیا ہے؟ وضاحت کے لیے اِس کا تعارف حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ [سابق قائم مقام مہتمم دارالعلوم دیوبند] کے الفاظ میں کرا دینا مناسب ہے، وہ فرماتے ہیں:

''جمعیۃ الانصار مدرسہ اسلامیہ دیوبند کے قدیم طلبہ کی خاص مجلس ہے جس کے مقاصد میں مدرسہ کی اِمداد اور مسلمانوں کے عام تعلیمی واصلاحی امور داخل ہیں۔ مجلس نے اپنے اغراض ومقاصد کے پھیلانے اور اُن پاکیزہ خیالات کی اِشاعت کی غرض سے- جو اُس کو اپنے اکابر سے پہنچے ہیں- تجویز کیا کہ ہر سال کسی مشہور مقام پر ایک اِجلاس منعقد کیا کریں جس کا نام ''مؤتمر الانصار'' ہو۔''

''مؤتمر الانصار'' کا پہلا اِجلاس مراد آباد میں ہوا تھا، دوسرا میرٹھ میں۔ میرٹھ میں پڑھا گیا حکیم الامتؒ کا مقالہ ماہنامہ ''القاسم'' کے شمارہ ذی قعدہ ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوا، جس پر علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے یہ سرخی قائم فرمائی:

> ''دعاۃ الامۃ وہداۃ الملۃ از اِفادات حکیم الامت حضرت مولانا مولوی اشرف علی تھانوی مدظلہم جس کو حضرت ممدوح نے بہ تاریخ ۱۷ربیع الثانی ۱۳۳۰ھ کو مؤتمر الانصار کا اِجلاسِ ثانی میرٹھ میں خود پڑھ کر سنایا۔''

اِس مضمون میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے آیت، حدیث اور عبارتِ شاہ ولی اللہؒ سے امورِ ذیل پر بڑی دلچسپ اور مدلل گفتگو فرمائی ہے:

۱- پانچ اوصاف جن کی حامل جماعت کا قیامت تک کے لیے قائم رہنا ضروری ہے۔

۲- وہ علوم جن پر بقائے دین موقوف ہے۔

۳- اُن علوم کے حامل داعی اور ہادی جماعت کے قیام و بقا کے فریضہ کی تدبیر کے طور پر ایک خالص مذہبی مرکزی دارالعلوم کا مکمل خاکہ۔

۴- اُس کے نظم کے لیے اکابر علمائے اہلِ حق کی ایک خالص مذہبی جماعت "جماعة قاسمية" کا تعارف جس کے فیصلوں کی مخالفت نہ کی جاسکے۔

دینی مدارس کے مقصد کی تعیین کے حوالے سے علم کو "سیکولر" رکھنے، علم کو "اکائی" قرار دینے، اُس سے سوشل ریفارم کا کام لینے، جنٹل سٹیزن پیدا کرنے، عصریات کے موافق ڈھالنے وغیرہ کی تجویز تو پہلے ہی سے تھی، اب ایک نیا ایجنڈا آیا ہے کہ: "دینی مدارس نے اپنا مقصد بنایا ہے اچھے انسان پیدا کرنا" (۱) جس میں قدیم خالص مذہبی مدارس کو دنیا آمیز دینی مدارس بنانے کا منشور نئے پیرایہ میں سمجھایا گیا ہے۔ اِس تناظر میں حفاظتِ دین کے نصاب و نظام کے متعلق حکیم الامتؒ کا یہ رسالہ بڑا اہم اور نہایت درجہ لائقِ توجہ قرار پاتا ہے، جس میں مسلمانوں کو خوش خبری سنائی گئی ہے کہ "جو کام سب کے ذمہ سنت تھا یا واجب یا آئندہ کی حالتِ قریبہ دیکھ کر فرض، وہ آپ سب کی طرف سے ایک مختصر؛ مگر برگزیدہ جماعت نے شروع کردیا ہے۔"

یہ مجموعہ دو حصوں پر مشتمل ہے: ۱- خلاصۂ رسالہ ۲- مجوزہ خاکہ اور عصریات۔ آئندہ صفحات میں "دارالعلوم دیوبند کے چند اوصاف" کے ذکر کے بعد رسالہ کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے۔

العبد فخر الاسلام

۲۱/ جمادی الاولی ۱۴۴۴ھ = ۱۶/ دسمبر ۲۰۲۲ء، جمعہ۔

---

(۱) مفکر ملت ومفسر قرآن خالد سیف اللہ رحمانی۔ مضمون: "ملک میں دینی جامعات کا نصاب اور موجودہ حالات کا تقاضا"۔

دارالعلوم دیوبند کے چند اوصاف

''دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام میں جو ممتاز مقام عطا فرمایا ہے، شاید اسلامی دنیا کی اور کسی درس گاہ کو وہ مقام حاصل نہیں ہو سکا۔ اِس اِلہامی درس گاہ سے جو عبقری شخصیتیں پیدا ہوئیں، وہ علم وعمل، تقویٰ وطہارت، زُہد وقناعت اور اسلامی علوم کے اِحیا میں ایسے نمایاں مقام پر فائز ہوئیں کہ پچھلی کئی صدیوں میں اسلامی تاریخ میں اُن کی برابری کرنے والی کوئی شخصیت نظر نہیں آتی۔ اُنہی جامع شخصیات میں ایک نام حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے، جن کو برِ صغیر کے مسلمان حکیم الامتؒ کے نام سے جانتے ہیں'' (حضرت مولانا عبداللہ کاپودرویؒ)

حکیم الامتؒ مجدد الملت، ماہر نفسیاتِ تعلیم وتربیت اور علمِ کلام جدید کے اصولوں کے مکتشفِ اعظم حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ (۱۲۸۰-۱۳۶۲ھ=۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) نے دارالعلوم کا جو کچھ تعارف کرایا ہے اُس کا مختصر خاکہ یہ ہے:

۱- خالص مذہبی مدرسہ، دنیا کا نہ اُس میں غلبہ ہو، نہ خلط وآمیزش ہو۔

۲- مقصود دارالعلوم سے خادمانِ مذہب کا پیدا کرنا ہے اور خدمتِ مذہب کے لیے صرف تحصیلِ علوم ہی کافی نہیں؛ بل کہ اُس کے لیے اِن چیزوں کی سخت ضرورت ہے: تقدس، دین کا عشق، خلوص، للّٰہیت، توکل، قناعت، تواضع، انکسار، مشقتوں اور صعوبتوں کی برداشت۔

بنابریں، خدمت مذہب کے لیے ان اوصاف کو پیش نظر رکھ کر بنامِ خدا اُس دارالعلوم میں اِن لوگوں کو تیار کرنے کا سامان کیا جاوے: مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، مناظر، مصنف، مفتی، واعظ۔

۳- ''اُس مدرسہ میں اساتذہ ومحققین ومشائخِ کاملین کافی مقدار میں مجتمع ہوں، کیوں کہ غرض دارالعلوم سے ایسے ہی لوگوں کا پیدا کرنا ہے۔''

۴- ''قاعدہ جو کبھی متغیر ومتبدل نہ ہوگا: نہایت اہتمام واِلتزام کے ساتھ یہ منظور ہوا ہے کہ اُس دارالعلوم کے افسرِ اعلیٰ اکابر علمائے اہلِ حق کی ایک خالص مذہبی جماعت ہوگی۔''

پہلا حصہ- خلاصہ دُعاۃ الامۃ

اوصافِ پنج گانہ کی حامل جماعت

مقالہ ''دُعاۃ الامۃ وہداۃ الملۃ'' میں مصنفؒ نے قرآن مجید کی آیت، رسول اللہ ﷺ کی حدیث اور حضرت شاہ ولی اللہؒ کی عبارت سے، پہلے تو یہ ثابت کیا ہے کہ پانچ اوصاف کی حامل جماعت کا قیامت تک کے لیے قائم رہنا ضروری ہے جو طریقِ حق کے داعی اور ملت کے ہادی ہوں۔ وہ اوصاف درج ذیل ہیں:

۱- قرآن، سنت وشریعت کی معلم۔
۲- امر بالمعروف، نہی عن المنکر پر عمل پیرا۔
۳- فقہ وافتا کی ماہر، وعظ وخطبہ کے اوصاف سے متصف۔
۴- مجادلہ وکلام کے ذریعے دین کی حامی۔
۵- اہل اللہ کی صحبت، تہذیبِ نفس وتحصیلِ نسبت کے لیے کاوش کرنے والی۔

احکامِ سبعہ

پھر مذکورہ آیت، حدیث اور عبارتِ شاہ ولی اللہؒ سے سات احکام اِستنباط فرمائے:

حکمِ اول: وہ علوم جن پر بقائے دین موقوف ہے۔
حکمِ دوم: حصولِ علم کے درجے اور حیثیتیں۔
حکمِ سوم: داعی اور ہادی جماعت کا قیام ایک شرعی تقاضا اور سب مسلمانوں کا فریضہ۔
حکمِ چہارم: جماعت کی اور اُس کے قائم کرنے والوں کی اِعانت کا ضروری ہونا۔
حکمِ پنجم: جماعت کی اِعانت ونصرت نہ کرنے کا حکم۔
حکمِ ششم: خالص مذہبی مرکزی دارالعلوم بنانے کی جدوجہد میں شرکت کا انتظار نہ ہونا چاہیے۔
حکمِ ہفتم: خادمانِ دین کے لیے ظاہری وباطنی اِستغنا کی ضرورت۔

پہلا حکم

وہ علوم جن پر دین کی بقا موقوف ہے

۱-قرآن۔۲-علمِ تجوید وقرأت۔۳-علمِ تفسیر۔
۴-حدیث۔۵-علمِ اصولِ حدیث واسماء الرجال۔
۶-علومِ عربیہ، ادبیہ ولغات۔
۷-قرآن وحدیث سے ماخوذ قواعدِ صحیحہ جن کے ذریعے غیر منصوص کے احکام کا علم حاصل ہو، یعنی اصولِ فقہ، فقہ، نیز علمِ فرائض۔
۸-عام لوگوں کے واسطے ضروریاتِ دین پر اطلاع کا طریق:
☆"استفتاء وافتاء"۔☆دین سے غافل لوگوں کے لیے: "مواعظ اور عام خطبات"۔
۹-خواص وعوام، سب کے لیے "تربیتِ اخلاق" اور "صحبتِ مشائخ"۔
۱۰-بیرونی حملوں سے دینِ اسلام کی مدافعت کے لیے: "علوم مجادلہ وکلام"۔
☆علم کلام کی ضرورت سے اور احقاقِ حق وابطالِ باطل کے لیے مطالعۂ مذاہب۔
☆جن امور کو ثابت کرنا ضروری ہے اُنہیں ثابت کرنے کے لیے اور جنہیں رد کرنا ضروری ہے اُنہیں رَد کرنے کے لیے: عقلی قوانین یعنی بعض علومِ عقلیہ، منطق، فلسفہ، اصولِ مناظرہ اور جو علوم اِن کے مقدمات یا متممات ہوں۔
اِن علومِ عشرہ پر دین کی بقا موقوف ہے۔

دوسرا حکم

حصولِ علم کے دو درجے

☆ پہلا درجہ خاص: مذکورہ بالا علومِ مقصودہ وغیر مقصودہ- جن پر دین کی بقا موقوف ہے، اُن سب- کا حصول اور اُن میں مہارت۔
یہ وہ درجہ ہے جو مدارس میں متداول علوم وفنون کی صورت میں جاری ہے۔اور اِس

سے مقصود جماعتِ علماء کی اِس طور پر تیاری ہے کہ وہ جماعت ہر جگہ شمار میں اتنی ہو کہ اُس جگہ کی ضروریاتِ دینیہ کے لیے کافی ہو سکے۔

☆ دوسرا درجہ عام: اِس درجہ میں مخاطبوں کے لحاظ سے ضروری مقدار میں علومِ مقصودہ کا حصول پیشِ نظر ہے۔ یہ درجہ تمام لوگوں کے لیے رہے گا۔ اِس میں نصاب کی تعیین ومقدار الگ الگ حالات اور وقت کے تقاضے کے لحاظ سے تبدیل ہوگی اور گھٹتی بڑھتی رہے گی۔

تیسرا حکم

داعی اور ہادی جماعت کے قیام وبقا کے فریضہ کی تدبیر

ایک ایسی جماعت کا، جن میں علمائے مفسرین ومحدثین وفقہاء واصولیین ومتکلمین وخطباء وصوفیہ ہوں، قائم کرنا سب مسلمانوں پر فرض ہے، اُس کی تدبیر کے طور پر تین کام کرنے ضروری ہیں:

۱-عمومی مدارس کا قیام۔۲- درجاتِ تکمیل کے لیے مدارس اور ۳- مرکزی دار العلوم کی تعیین، جس کی حیثیت صدر، متبوع اور محور کی ہو۔

مرکزی دار العلوم- دائرہ کار

جن خاص اسباب کے جمع ہونے پر جماعتِ علماء کی تیاری کی تکمیل موقوف ہے، اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک ایسا مدرسہ مرکزیہ تجویز کیا جاوے کہ:

☆ تمام مدارسِ اسلامیہ اُس کے تابع ہوں۔

☆ ہر مدرسہ کا درس اُس مدرسہ مرکزیہ کی رائے سے معین کیا جاوے۔

☆ اُن مدارس کے طلباء جب اُس درسِ معین سے فارغ ہو جاویں، تو ''اُس مدرسہ مرکزیہ میں تکمیل کے لیے آ جاویں۔''

تکمیلِ فنون

''اور تکمیل سے مراد درسیاتِ متعارفہ کا پورا کرنا نہیں- یہ تو اُن مدارسِ فرعیہ میں سے بھی بہت سے مدرسوں میں رہ سکتا ہے۔ اور خود اس مدرسہ مرکزیہ میں بھی مثل دیگر مدارس کے یہ نصاب بھی رہنا چاہیے؛- بل کہ مطلب یہ ہے کہ [خاص خاص فنون کی تکمیل ہو]۔'' ''ایسی تکمیل کے لیے اُس مدرسہ مرکزیہ میں ایک درجہ ہونا چاہیے۔ ایسے مدرسہ کا لقب پہلے سے عام وخاص کی اصطلاح میں دارالعلوم ہوتا ہے اور اُس کے اِس درجہ خاص کا نام- جس میں اِس طور پر تکمیل ہو- درجہ تکمیل۔''

''اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ کہ جو کام سب کے ذمہ سنت تھا یا واجب یا آئندہ کی حالت قریبہ دیکھ کر فرض، وہ آپ سب کی طرف سے ایک مختصر؛ مگر برگزیدہ جماعت نے شروع کر دیا ہے، یعنی ایک مدرسہ کو اُسی شان کا دارالعلوم بنانا قرار دے دیا ہے۔

یہاں تک تو امید ہے کہ [مرکزی شان کا دارالعلوم بنانا] سب کے نزدیک پہلے سے مسلّم [ہے] یا اب [مذکورہ تفصیلی احوال جان لینے کے بعد] واجب التسلیم ہوگا۔ اب صرف کلام اُس [دارالعلوم] کی تعیین میں رہا؛ مگر قبل اُس کی تعیین کے مستحسن؛ بل کہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُن خواص اوصاف میں بحث کی جائے جو دارالعلوم کے لیے شایاں ہیں۔ اِس سے تعیین میں بھی سہولت ہوگی۔'' چناں چہ بعض خاص اوصاف یہ ہیں:

دو خاص اوصاف

۱- مدرسہ خالص مذہبی ہو

اِن مقاصد کے لیے خالص مذہبی مدرسہ ہونا چاہیے، یعنی دنیا کا نہ اُس میں غلبہ ہو، نہ خلط وآمیزش ہو؛ کیوں کہ:

غلبہ دنیا کی صورت میں

اگر دنیا کا اُس میں غلبہ ہے، تو چوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ احکام وآثار میں نتیجہ کے لحاظ سے اعتبار غالب کا ہوتا ہے، اِس لیے وہ دنیوی مدرسہ ہوگا۔ اور گفتگو ہو رہی ہے مذہبی دارالعلوم کے

سلسلہ میں۔ اِس لیے دنیوی مدرسہ ''مذہبی دار العلوم'' نہیں ہوسکتا۔

آمیزشِ دنیا کی صورت میں

اور اگر دنیا کا خلط ہے، تو بھی ''مذہبی دار العلوم'' نہیں بن سکتا۔ کیوں کہ:

پہلی وجہ- تجربہ سے طے ہو چکا ہے کہ دنیا بہ وجہِ عاجل [وفوری] ہونے کے نفوس کو جلدی اپنی طرف مائل کرتی ہے، تو دنیا و دین کا جامع بنانا انجام کے اعتبار سے دنیا دار بنانا ہے، تو ایسا مدرسہ بھی دنیوی مدرسہ ہوگا، جو ''مذہبی دار العلوم'' نہیں بن سکتا۔

دوسری وجہ- یہ ہے کہ غرض اور مقصود مذہبی دار العلوم سے خادمانِ مذہب کا پیدا کرنا ہے اور خدمتِ مذہب کے لیے صرف تحصیلِ علوم ہی کافی نہیں؛ بل کہ اُس کے لیے اِن چیزوں کی سخت ضرورت ہے: تقدس، دین کا عشق، خلوص، للّٰہیت، توکل، قناعت، تواضع، انکسار، مشقتوں اور صعوبتوں کی برداشت۔ دوسری طرف خلطِ دنیا کے ساتھ یقینی طور پر ثابت ہے اور مشاہدہ ہے کہ یہ صفات پیدا نہیں ہوسکتیں۔

نیز اِن صفات کے پیدا ہونے میں اِن اوصاف والوں کی طویل صحبت کو بڑا دخل ہے۔ اور صحبت بھی بلا شرکت اُن کے اضداد کے۔

یعنی ناپسندیدہ صفات، مثلاً ترقی کے نام پر آن وشان کی حرص، قومی ہمدردی کے نام پر عصبیت، کہ جس میں حق و ناحق کی تمیز نہ رہ جائے، اعزاز و منصب کے نام پر کبر کی پرورش، رفتارِ زمانہ کی موافقت کے نام پر منافقت، قناعت کو پست ہمتی اور توکل و تفویض کو تعطل باور کر لینا، حمیتِ دینی اور تصلب فی الدین کو تعصب و تشدد گرداننے لگنا، اسلامی سادگی کو تذلل، تواضع کو دنائت و خساست، ورع و تقوی کو توہم، فضول صحبت سے عزلت کو وحشت سمجھنے کے خیالات کی پرورش وغیرہ، یہ سب اوپر ''دوسری وجہ'' کے تحت ذکر کردہ اوصاف کی ضد ہیں، جس کا حاصل یہ ہے کہ صفاتِ محمودہ کے اختیار کرنے کے ساتھ اُن کی مخالف صفتوں سے اِجتناب بھی ضروری ہے۔ ''اور خلطِ دنیا

کی صورت میں یا تو [اوصاف محمودہ کے لوگوں کی] ایسی صحبت ہی میسر نہ ہوگی یا اگر [میسر بھی] ہوئی، تو- بہ وجہ خلط بالدنیا کے- اُن کے اضداد [اور معارض صفات والوں] کی معیت اُن [صفاتِ محمودہ کے] آثار کو ضعیف کرتی رہے گی۔''

''غرض ایسی جگہ [- جہاں دین کے ساتھ دنیا کا خلط ہو-] کی آب وہوا دینی و مذہبی نہیں ہوسکتی اور بغیر اِس کے کہ آب وہوا دینی و مذہبی ہو، یہ اوصاف محمودہ نہیں پیدا ہوسکتے۔ اور بغیر اِن اوصاف کے کوئی خادمِ دین نہیں بن سکتا، تو دین و دنیا کے ایسے مخلوط مدرسہ سے خدام دین نہیں پیدا ہوسکتے، اِس لیے وہ مذہبی دارالعلوم بھی نہیں بن سکتا۔

دین و دنیا آمیز اداروں کے مقاصد سے سرِ دست بحث نہیں

اور اِس وقت اِس مسئلہ میں، یعنی دین و دنیا سے مخلوط مدرسہ کے متعلق بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ غلبہ دنیا کے اِدارے یا دین- دنیا آمیز اِدارے جس مقصد کے لیے تعمیر کیے گئے ہوں، اُس میں کیسے ہیں؟ یا کون کامیاب ہے، کون نہیں ہے؟ اور پھر کامیاب ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اِس سب سے بحث نہیں۔ اِس وقت تو صرف یہ کہا جاتا ہے کہ وہ [دنیوی مدارس یا دین و دنیا سے مخلوط مدارس] خالص مذہبی دارالعلوم نہیں بن سکتے۔

۲-محققین ومشائخ کاملین

''اُس مدرسہ میں اساتذہ و محققین ومشائخِ کاملین کافی مقدار میں مجتمع ہوں، کیوں کہ غرض دارالعلوم سے ایسے ہی لوگوں کا پیدا کرنا ہے۔ تو اگر وہاں علماً و عملاً اہلِ کمال نہ ہوئے یا ہوئے مگر کم مقدار میں ہوئے، تو ایک صورت میں نفس غرض اور دوسری صورت میں غرض کی مقدار کافی'' ''حاصل نہ ہوگی۔''

رہی یہ بات کہ ''ایسے مرکزی مدارس متعدد ہوں یا ایک ہوں قبل از وقت'' ہے۔

''کیوں کہ جب ایک [مدرسہ] کو مرکز مان لیا تو اب اس کا فیصلہ اس مرکز میں ہی ہوجائے گا [کہ دیگر بعض مدارس بھی مرکزی ہونے چاہیے یا مرکزی صرف ایک ہی رہے]۔''

کلیدی اصول

علمائے اہلِ حق کے فیصلوں کی پابندی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے اپنے مضمون میں چوں کہ خالص مذہبی مرکزی دار العلوم کی حیثیت سے مدرسہ دیوبند کو متعین و مشخص کیا ہے، اِس لیے اُس کے نظم کا کلیدی اصول یہ بیان کیا ہے کہ: ''اُس [مدرسہ] کا سب سے پہلا قاعدہ جو کبھی متغیر و متبدل نہ ہوگا: نہایت اہتمام والتزام کے ساتھ یہ منظور ہوا ہے کہ اُس دار العلوم کے افسرِ اعلیٰ اکابر علمائے اہلِ حق کی ایک خالص مذہبی جماعت ہوگی'' جس ''کا لقب'' **الجامعة القاسمية**''تجویز کیا گیا ہے۔'' اور اِس جماعت کے فیصلوں کی مخالفت نہ تو کثرتِ رائے کا سہارا لے کر کی جاسکے گی اور نہ ہی اُن میں علتوں اور مصلحتوں کی تفتیش کی گنجائش ہوگی۔

چوتھا حکم

جماعت کی اِعانت کا واجب ہونا

امت کی داعی وملت کی ہادی ''اُس جماعت کی ...... اِعانت اور آئندہ اُس کے قائم کرنے کے اہتمام کرنے والوں کی اعانت اور'' ''ایسے دار العلوم کی اعانت وامداد، عامۂ امت پر ضروری ہے۔''

پانچواں حکم

اِعانت نہ کرنے کا ناپسندیدہ ہونا

جو لوگ علمائے خواص کی اِس جماعت کی یا اُس کی اقامت میں سعی کرنے والوں کی نصرت واعانت نہ کریں گے وہ حق تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہیں۔

اِعانت کی شکلیں

۱-اہلِ اموال پر واجب ہے کہ اِس غرض کی تکمیل کے لیے چندہ دیں، یک مُشت بھی اور دوامی بھی۔

۲-اہلِ اثر پر واجب ہے کہ لوگوں کو اِعانت کی ترغیب دیں؛ مگر اِس شرط کی رعایت واجب ہے کہ طِیبِ خاطر کے ساتھ لیا جاوے، ثِقل [گرانی، دباؤ] اور کراہت کے ساتھ نہ لیا جاوے، ورنہ حرام ہوگا۔

۳-اہلِ دل پر واجب ہے کہ دل سے دعا کریں۔

۴-اہل الرائے پر واجب ہے کہ نیک مشورہ دیں۔ اور اِسی مشورہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اگر اُس [مرکزی دارالعلوم] کے دستور العمل میں کوئی مضرت ومفسدہ محسوس فرماویں، تو تحریراً یا تقریراً اُس پر مطلع فرمادیں اور اُس میں نوبت گفتگو کی آوے تو بدون ضِیقِ قلب گفتگو فرماویں۔

چھٹا حکم

کسی کے، ساتھ دینے، نہ دینے کا انتظار نہ کرنا چاہیے

''ان حضرات کو جو کہ دارالعلوم بنانا مدرسہ دیوبند کا تجویز کر چکے ہیں، کسی کی شرکت و موافقت کا منتظر نہ رہنا چاہیے۔ اگر چہ موافقت میں سعی قرینِ صواب ہے لیکن بنامِ خدا اس کو شروع کر ہی دینا چاہیے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ قلوب خود اُس کی طرف متوجہ ہوں گے اور جو نہ ہوں گے اُن کے نہ ہونے سے کچھ ضرر نہ ہوگا۔''

ساتواں حکم

ظاہری یا باطنی غنار کھنے والے خادمانِ دین کا اِنتخاب

آخر میں تیاریِ جماعت کے لیے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے اُس قول سابق - جو مقالہ کی ابتدا میں مذکور ہوا ہے - کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں: ''بنامِ خدا اُس دارالعلوم میں اِن لوگوں کو تیار

کرنے کا سامان کیا جاوے: مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، مناظر، مصنف، مفتی، واعظ۔ اور ایسے لوگ اِن خدمات [تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام، مناظرہ، افتاء، وعظ] کے لیے منتخب کیے جاویں جو یا تو غنائے ظاہر رکھتے ہوں یا غنائے باطن۔ اور اُن کی مالی خدمات حسبۃً للہ عمر بھر کی جاوے اور وہ عمر بھر دین کی خدمت میں خالصاً للہ مشغول رہیں۔''

تعلیم وتربیت کی نفسیات کے ماہر، عصریات کے نبض شناس حکیمِ امت کے مرتب کردہ مقالہ کا خلاصہ پیش کرنے کی کوشش مکمل ہوئی۔ اصل مقالہ مولانا عبید اللہ سندھی کی فرمائش پر لکھا گیا تھا جو مولانا شبیر احمد عثمانی وشیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہم اللہ وغیرہم کی موجودگی میں مؤتمر الانصار کے دوسرے سالانہ جلسے میں ۶/اپریل ۱۹۱۲ء کو مصنف نے خود پڑھ کر سنایا تھا اور جو آج بھی مدارس کے نصابِ تعلیم پر لکھنے، سوچنے، عملی اقدامات کرنے اور اِس حوالے سے خود اپنے تئیں اطمینانِ قلب کے خواست گارروں کی توجہ بے اختیار اپنی طرف کھینچتا ہے۔

دوسرا حصہ- حکیم الامت کا مجوزہ خاکہ اور عصریات

اِس وقت امت کے داعی اور ملت کے ہادی پیدا کرنے والے خالص مذہبی مدرسہ کے نصاب میں تبدیلی کے لیے بڑے زور لگائے جا رہے ہیں۔ اور اِس ضمن میں بعض مفکروں نے حضرت تھانویؒ کا یہ ارشادِ گرامی ذکر کیا ہے:

''یہ میری بہت پرانی رائے ہے اور اب تو رائے دینے سے بھی طبیعت افسردہ ہوگئی، اس لیے کہ کوئی عمل نہیں کرتا۔ وہ رائے یہ ہے کہ تعزیرات ہند کے قوانین اور ڈاک خانہ اور ریلوے کے قواعد بھی مدارس اسلامیہ کے درس میں داخل ہونے چاہئیں۔ یہ بہت پرانی رائے ہے مگر کوئی مانتا اور سنتا ہی نہیں۔'' (الافاضات الیومیہ، جلد ششم، ص ۴۳۴)

ظاہر ہے، یہ ایک اضافی چیز ہے، چوں کہ ناواقف ہونے سے بعض مرتبہ بڑی مشقتوں کا سامنا ہوتا ہے، اس لیے اِس کی سفارش کی گئی؛ لیکن اِس اضافہ سے قدیم نصابِ تعلیم کا معارضہ لازم نہیں آتا۔ معارضہ تب لازم آتا ہے، جب نصاب کی تبدیلی بہ معنی کچھ ضروری چیزوں کو غیر ضروری سمجھا جائے اور اُن کی جگہ بعض چیزوں کو- اُن کی مضرت ومنفعت سمجھے بغیر-

محض زمانے کی موافقت کی طمع میں داخل درس کر دیا جائے۔اور کلام اِسی میں ہے۔چناں چہ بعض مفکروں نے مذکورہ بالا ملفوظ کو اپنے اِس خیال ور جحان کی تائید میں ذکر کیا ہے کہ نصابِ تعلیم سے عقلی اور اصولی چیزیں ہٹا کر جدید چیزیں شامل کر دینی چاہئیں۔خصوصاً عقلی علوم اور علم کلام کے اصول ومباحث کے متعلق یہ گمان کرلیا گیا ہے کہ یہ مباحث اور اُن کے اصول قدیم ہیں جن کا آج کل کوئی کام نہیں، لہٰذا اُنہیں ہٹا کر اُن کی جگہ نئے زمانے کی نئی چیزیں لائی جائیں۔اِس تجویز پر عمل اصولوں کا اِنہدام ہے۔(دیکھیے: حکیم الامت ''الانتباہات المفیدۃ'' ''وجہِ تالیفِ رسالہ'')

مقدمات-متممات

یہ ایک بات ہوئی، دوسری بات یہ کہ مقالہ ''دعاۃ الامۃ'' میں جہاں بقائے دین کا اِنحصار سے وابستہ علوم شمار کیے گئے ہیں، وہیں یہ الفاظ بھی موجود ہیں: ''جو علوم اِن کے مقدمات یا متممات ہوں۔'' اِس فقرہ کے تحت بعض حیثیت سے علوم جدیدہ اور انگریزی زبان موضوعِ بحث لائے جاسکتے ہیں۔چناں چہ اُن کا ذکر-حسبِ سیاق وسباق-خود حضرتؒ نے اپنی تحریروں میں فرمایا ہے۔اور شاید نامناسب نہ ہو کہ اِس موقع پر خالص مذہبی مدارس میں انگریزی سے متعلق حکیم الامتؒ کا وہ دور رس نتائج کا حامل مشورہ ذکر کر دیا جائے، جسے حضرتؒ نے مدارس کے ایک خیر خواہ دردمند، فکرمند رئیس کلکتہ کے سامنے پیش کیا تھا۔اصل میں ہوا یہ تھا کہ کلکتہ کے ایک رئیس مندوب نے یہ تجویز رکھی تھی کہ خالص مذہبی مدرسہ کے فارغین کو انگریزی بھی سکھائی جائے۔چناں چہ اِس کے لیے پہلے، وہ دارالعلوم دیوبند گئے، پھر تھانہ بھون آئے۔اُن کے سامنے حضرت حکیم الامتؒ نے جو کچھ فرمایا، اُس کا خلاصہ حضرتؒ ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

علوم دین حاصل کرنے والوں کے لیے: ''انگریزی تعلیم ...... کی بہتر صورت یہ ہے کہ مدرسہ کو تو اپنی حالت پر رہنے دیجیے ......اور انگریزی کے متعلق ایک درس گاہ الگ تیار کرا دیجیے۔اس کا نظم ونسق اُنہی حضرات کے ہاتھ میں رہے جو عربی کا نظم ونسق فرما رہے ہیں۔...... اور جب تک طلبہ فارغ التحصیل نہ ہو جائیں اُن کو انگریزی تعلیم پانے کی اجازت نہ ہو۔......اس لیے کہ قبل فراغ اندیشہ اُس طرف کے جذبات کے غلبہ کا ہے......''

(حکیم الامت: ملفوظات، الافاضات جلد۳ ص ۶۵، ۶۶ تا ۶۸، ۶۷، مکتبہ تالیفات اشرفیہ ملتان ۱۴۲۳ھ)

شبہاتِ جدیدہ کے جواب کی تجویز

حکیم الامتؒ کی جانب سے خالص مذہبی بنیاد پر اضافہ کی ایک تجویز یہ بھی ہے:

''انگریزی فاضل نوکر رکھ کر سائنس کا ترجمہ کرایا جاوے اور ملاحدہ نے جو اسلام پر شبہات کیے ہیں، اُن کی کتابیں جمع کر کے اُن شبہات کا ترجمہ کرایا جاوے۔ پھر ایک جماعت عربی فاضلوں کی تنخواہ مقرر کر کے وہ تراجم اُن کو دئے جاویں کہ اُن شبہات کا اور جو مسائل فلسفیہ اُن شبہات کے مبانی ہیں اُن کا جواب لکھیں، پھر وہ جواب اردو میں شائع ہوں اور پھر عربی میں ترجمہ کر کے عربی کے درس میں داخل کیے جاویں۔ اسی طرح آریوں کے شبہات کے ساتھ عمل درآمد کیا جاوے۔ اور اِس میں جو روپیہ خرچ ہو، دریغ نہ کیا جاوے۔ اِس سے علم کلام جدید بہت تھوڑی مدت میں اور بہت سہولت سے تیار ہو جاوے گا، جس کی غل پکار چاروں طرف سے ہے اور واقعی ہے بھی ضروری؛ مگر یہ کام اُنہیں علماء کو دیا جاوے جو واقع میں علماً وعملاً وتدیُّناً اِس کے اہل ہوں۔''

تجویز برائے ماہ نامہ

ادارہ سے نکلنے والے رسالہ کے لیے یہ مشورہ ہے کہ، اُس میں ''......عام اجازت شائع کردی جائے کہ جس شخص کو جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے اور اُن سوالوں کے جواب وقتاً فوقتاً اُس [رسالہ] میں شائع ہوں۔ اِس صورت میں [خالص مذہبی مدرسہ کا] نفع عام اور تام ہوگا: ☆ حاضر طالب علموں کو مدرسہ سے۔ ☆ دور کے لکھے پڑھوں کو رسالہ سے۔ ☆ اَن پڑھوں کو وعظ سے۔ ☆ غیر مسلمین کو تعلیمِ اسلام سے۔ ☆ بچوں کو خارجِ مذہب نہ ہونے سے۔ ☆ متزلزلین کو علم کلام کی بہ دولت استوار ہونے سے۔ ☆ علماء کو جواب دینے پر قادر ہونے سے۔ یہ سب اِس ناقص العقل کی رائیں ہیں جو محض خیر خواہی سے عرض کی ہیں، نہ اعتراض مقصود ہے، نہ دل آزاری مطلوب ہے۔'' (امداد الفتاوی جلد ۶ ص ۲۲۸ تا ۲۳۶)

نظر اہل نظر کی

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

''حضرت تھانویؒ کا مضمون: ''دعاۃ الامۃ وہداۃ الملۃ'' کا جو خلاصہ آپ نے کیا اُس کو میں نے شروع سے آخر تک بہت غور سے پڑھا، ماشاءاللہ۔ میں نے بہت استفادہ کیا اور اِس زمانے میں اِس طرح کے مضمون کی بہت ضرورت ہے، اِس لیے کہ ابھی بہت تیزی سے آوازیں پھیل رہی ہیں کہ مدارس میں عصری علوم کو بھی شامل کیا جائے اور عصری علوم اور دینی علوم [کے اِجتماعیت کے تصور] پر مشتمل مدارس کا قیام کافی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ اور ایسے وقت میں اِس مضمون کو شائع کرنا، یہ لوگوں کو حدود میں رہ کر کام کرنے میں اِن شاءاللہ مدد کرے گا۔''

(مفتی اسداللہ استاذ دارالافتا دارالعلوم دیوبند)

اپنے صوتی مراسلہ میں مفتی صاحب نے بعض مقامات پر تعبیر میں کچھ تشنگی کا احساس کر کے نشان دہی کی اور اِس طرح مجھ پر تو احسان کیا؛ لیکن اطلاع کا انداز اِنکسار آمیز اختیار کیا کہ یہ:

''ایک سرسری ہے، اس میں کوئی تنقید نہیں ہے، آپ غور فرمالیں۔ اگر کوئی بات اِس میں سے مناسب لگے تو شامل فرمالیں، جزاکم اللہ احسن الجزاء۔''

اگر تنقید بھی ہوتی، تو بھی لائقِ قدر تھی۔ بہرحال، اُن مقامات پر استدراک کرلیا گیا۔

نوٹ: اخیر کے ڈھائی صفحے ''حکیم الامت کا مجوزہ خاکہ اور عصریات'' بعد میں شامل کیے گئے ہیں، وہ مفتی صاحب کی نظر سے نہیں گزرے۔ [راقم صاحبِ تلخیص]